( )

۱۰۰

فیصلہ

ہفت مسئلہ

از

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

ناشر

محکمہ اوقاف مغربی پاکستان لاہور

Marfat.com

۲۹۷۶۴
۶۸۳۹ ف
C/2 17631
DATA ENTERED

یکے از مطبوعات

شعبہ تعلیم و مطبوعات محکمہ اوقاف

مغربی پاکستان - لاہور

طبع اوّل .... دو ہزار
مورخہ .... جون ۱۹۶۰ء
مطبع .... استقلال پریس لاہور

ناشر

شعبہ تعلیم و مطبوعات محکمہ اوقاف مغربی پاکستان

شاہ چراغ چیمبرز۔ شاہراہ قائد اعظم

لاہور

باہتمام ادارہ فروغ اسلام ۱۶۸ - انار کلی لاہور

Marfat.com

فہرست

★

عنوانات

		صفحہ
۱	حرف آغاز	۳
۲	مولود شریف	۸
۳	فاتحہ مروجہ	۱۹
۴	عرس اور سماع	۲۵
۵	غیر اللہ کو پکارنا	۳۱
۶	جماعت ثانیہ	۳۶
۷	امکان نظیر و امکان کذب	۳۸

Marfat.com

Marfat.com

حرفِ آغاز

مقامِ مسرت ہے کہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے ایک رسالے "فیصلہ ہفت مسئلہ" کو شائع کر رہے ہیں۔ حاجی صاحب کی بلند و بالا شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ گزشتہ صدی کی ان چند گنی چنی شخصیتوں میں سے ہیں۔ جنھوں نے اپنے فکر و عمل کی روشنی سے مسلمانوں کے سامنے اخلاص اور جدّ و جہد کی راہیں روشن کی ہیں۔ آپ نے انگریز کے خلاف ۱۸۵۷ء کی جنگ میں عملی طور پر حصّہ لیا۔ اور اس طرح سے یہ ثابت کر دیا کہ ایک عارف باللہ کے لیے انسانی آزادی کس قدر عزیز ہے۔ مذہبی اور روحانی میدان میں آپ نے اپنی پایہ شخصیت سے انسانی دلوں کو طہارت اور فکر و نظر کو جلا بخشی۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی جیسے بلند پایہ عالم آپ کے حلقۂ ارادت میں شریک تھے۔

"فیصلہ ہفت مسئلہ" میں حاجی صاحب نے ان مسائل پر لکھا ہے جنھوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے باہمی اتحاد و اتفاق کو مسلسل

نقصان پہنچایا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ پانچویں صدی ہجری میں خراسان میں جو مسائل علماء کے لیے وجۂ اختلاف بنے ہوئے تھے اور جنکی وجہ سے مُسلمانوں میں برابر سر پھٹول ہوتی رہی۔ وُہی مسائِل آج بھی موجود ہیں واقعہ یہ ہے کہ جزوی مسائِل کی تعبیر و تشریح میں مُسلمانوں نے جو توانائی صرف کی ہے۔ کاش! اس کا بہتر مصرف تلاش کیا جاتا چوں کہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد مسلمانوں کو ان کا بھُولا ہوا سبق یاد دلانا ہے۔ اس لیے انھوں نے اس رسالہ میں مناظرہ و مجادلہ سے یک قلم الگ رہتے ہوئے اختلافی مسائل پر قلم اٹھایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

"حق تعالےٰ سے امید ہے کہ یہ تحریر باعثِ رفعِ فساد باہمی ہو جائے اور حضرات بھی اگر اس کو قبول فرما کر منتفع ہوں تو دعا سے یاد فرمائیں اور کوئی صاحب اس تحریر کے جواب کی فکر نہ کریں کہ مقصد میرا مناظرہ کرنا نہیں"۔ بلاشُبہ راست بازی اور سچّائی کی راہ مناظرے کی راہ سے بالکل جُدا ہے۔ قیل و قال اور کج بحثی کی راہ وہی لوگ اختیار کرتے ہیں۔ جن کی متاعِ علم غرور و نفس کے سوا کچھ اور نہیں۔ چنانچہ حاجی صاحب نے میلاد الرسُول علیہ السلام، فاتحہ خوانی، عُرس، سماع اور دُوسرے مسائل پر جس انداز سے لکھا ہے۔ اس سے پتہ

Marfat.com

چلتا ہے کہ ان مسائل میں نقطہ ہائے نظر کا اختلاف کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ ہمارے عُلماء کرام اور عوام دونوں ہی اس رسالہ سے استفادہ کریں گے۔ یہ رسالہ متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔ ہمارے سامنے "محفل ذوقی" کراچی کا شائع کردہ نسخہ ہے جناب شہید اللہ صاحب نے بعض مقامات پر حاشیہ میں نوٹ بڑھا دیئے ہیں۔ ہم نے رسالہ میں وارد شدہ آیات و احادیث کی نشاندہی کر دی ہے اور بعض جگہوں پر تشریحی عبارتوں کا اضافہ بھی کر دیا ہے تاکہ قارئین کو اصل عبارت کے سمجھنے میں مدد ملے۔

رشید احمد جالندھری

پی۔ ایچ۔ ڈی

(مدیر تعلیم و مطبوعات)

Marfat.com

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن
بہ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا
ومن سیّئات أعمالنا مَن یہدہٗ اللہ فلا مضلّ لہٗ
ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لآ الٰہ الا اللہ
وحدہٗ لاشریک لہ ونشھدُ أنّ سیدنا ومولٰینا
محمّداً عبدہٗ ورسولہٗ۔

امابعد فقیر امداد اللہ الحنفی الچشتی، سب مُسلمانوں کی خدمت میں خصوصًا جو اس فقیر سے ربط و تعلّق رکھتے ہیں، عرض رسا ہے کہ یہ امر مسلّمات سے ہے کہ باہمی اتفاق باعثِ برکاتِ دنیوی و دینی ہے اور آج کل بعض مسائل فرعیّہ میں ایسا اختلاف واقع ہوا ہے جس سے طرح طرح کے شر اور دقتیں پیدا ہو رہی ہیں اور خواص کا وقت اور عوام کا دین ضائع ہو رہا ہے۔ حالانکہ اکثر امور میں محض نزاعِ لفظی[1] ہے اور مقصود متحد۔ چونکہ عمومًا مسلمانوں کی اور خصوصًا اپنے تعلق والوں کی یہ حالت دیکھ کر نہایت صدمہ ہوتا ہے اس لیے فقیر کے دل میں یہ آیا کہ مسائل مذکورہ

---

[1] لفظی جھگڑا

کے متعلق مختصر سا مضمون قلم بند کر کے شائع کر دیا جائے۔ امید قوی ہے کہ یہ نزاع و جدال رفع ہو جائے۔ ہر چند کہ اس وقت میں اختلافات اور مختلفین کثرت سے ہیں۔ مگر فقیر نے ان ہی مسائل کو لیا جن میں اپنی جماعت کے لوگ مختلف تھے۔ دو وجہ سے اوّل تو کثرت اختلافات اس درجہ پہنچی ہے کہ اس کا احاطہ مشکل ہے۔ دوسرے ہر شخص سے امید قبول نہیں اور اپنی جماعت میں جو اختلافات ہیں۔ اولاً وہ معدود، دوسرے امید قبول غالب۔ پس ایسے مسائل جن میں ان صاحبوں میں زیادہ قیل و قال[1] ہے۔ سات ہیں۔ پانچ[5] عملی، دو[2] علمی۔ ترتیب بیان میں اسکا لحاظ رکھا ہے کہ جن میں سب سے زیادہ گفتگو ہے ان کو مقدم رکھا۔ جس میں اس سے کم ہے۔ اس کے بعد علیٰ ہذا القیاس اور اپنا مشرب اور ایسے مسائل میں جو عملدرآمد مناسب ہے، نیز لکھدیا۔ حق تعالےٰ سے امید ہے کہ یہ تحریر باعث رفع فساد باہمی ہو جاوے اور حضرات بھی اگر اس کو قبول فرما کر منتفع ہوں تو دعا سے یاد فرمائیں اور کوئی صاحب اس تحریر کے جواب کی فکر نہ کریں کہ مقصود میرا مناظرہ کرنا نہیں۔ واللہ ولی التوفیق۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

مولود شریف

اس میں تو کسی کلام ہی نہیں کہ حضرت فخرِ آدم سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف کا ذکر بذاتِ خود دنیا و آخرت کی خیر و برکت کا باعث ہے گفتگو تو اس بات پر ہے کہ لوگ اس کی تاریخ مقرر کریں یا اس کا ایک طریقہ مخصوص کریں یا مختلف قسم کے قیود لگائیں جنمیں سب سے نمایاں قیام ہے۔ یعنی سلام پڑھنے کے وقت کھڑا ہونا بعض علماء ان باتوں کو منع کرتے ہیں اس حدیث کی رُو سے کہ "کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ"[1] (ہر بدعت گمراہی ہے) اور اکثر علماء اجازت دیتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ حضور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں بہر حال فضیلت ہے۔ انصاف یہ ہے کہ بدعت اس کو کہتے ہیں کہ غیر دین کو دین میں داخل کر لیا جائے۔ جیسے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے "مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ"[2]

---

[1] صحیح مسلم، ابواب الجمعۃ، [2] صحیح بخاری، کتاب الصلح،

Marfat.com

دجس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات پیدا کی جو جزو دین نہیں ہے تو وہ بات ناقابلِ قبول ہے) پس اگر کوئی شخص میلاد میں اس قسم کی مخصوص کی ہوئی باتیں (تاریخ، قیام وغیرہ) محض اختیاری سمجھتا ہے اور بذاتِ خود عبادت نہیں سمجھتا بلکہ صرف مصلحت سے ان پر عمل کرتا ہے۔ البتہ اپنے اس مقصد کو جس کے لیے یہ سب کچھ کرتا ہے۔ (یعنی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے احترام کو) ضرور عبادت جانتا ہے تو یہ بدعت نہیں ہے۔ مثال کے طور پر وہ قیام کو بذاتِ خود عبادت نہیں سمجھتا۔ عبادت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی تعظیم کو جانتا ہے لیکن کسی مصلحت سے اس تعظیم کی ایک خاص شکل مقرر کر لیتا ہے۔ تو اس میں کوئی برائی نہیں ہے یا مثلاً رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی تعظیم کسی وقت بھی ایک اچھا فعل سمجھتا ہے۔ لیکن کسی خاص مصلحت سے خاص طور پر ذکر ولادت کا وقت، مقرر کر لیتا ہے۔ یا ذکر ولادت کسی وقت بھی ایک اچھا فعل سمجھتا ہے۔ لیکن اس مصلحت سے کہ پابند رہنا آسان ہو جاتا ہے اور کسی مصلحت سے وہ ۱۲ ربیع الاول مقرر کر لیتا ہے تو ان باتوں میں بھی کوئی برائی نہیں ہے مصلحتوں کی تفصیل بہت لمبی ہے اور ہر موقعہ کے لیے جدا مصلحت ہوتی ہے۔ اگر کوئی ان مصلحتوں سے آگاہ نہ ہو تو اس کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ پہلے زمانہ کی سوجھ بوجھ رکھنے

Marfat.com

والوں کی پیروی کر رہا ہے۔ مخصوص رُوحانی اشغال اور مراقبات، مدرسوں اور خانقاہوں کا قیام بھی اسی قسم کی مصلحتوں کا نتیجہ ہیں۔ ہاں اگر ان مخصوص باتوں کو نماز روزہ وغیرہ کی طرح بذاتِ خود عبادت سمجھتا ہے تو بلبشک یہ بدعت ہو جاتی ہیں۔ مثلاً اس کا عقیدہ یہ ہے کہ خاص تاریخ پر مولود نہ پڑھا گیا یا اس میں قیام نہ ہوا یا خوشبو اور شیرینی کا انتظام نہ ہوا تو ثواب ہی نہ ملا تو اس قسم کا عقیدہ بے شک غلط ہے۔ کیونکہ یہ شریعت کی حد سے آگے بڑھ جانا ہے۔ اسیطرح مباح[1] فعل کو حرام اور گمراہی سمجھنا بھی غلط ہے دونوں صورتیں یعنی مباح چیزوں کو واجب سمجھنا اور ان کو حرام سمجھنا، شریعت کی حد سے تجاوز کرنا ہے۔ اگر ان مخصوص باتوں کو اس اعتبار سے ضروری نہیں سمجھتا کہ وہ شرعی طور پر واجب ہیں۔ بلکہ صرف اس اعتبار سے کہ ان میں بعض برکتیں شامل ہیں۔ جسطرح بعض اعمال کے ساتھ ایسی شرائط ہوتی ہیں کہ اگر ان کی رعایت نہ کی جائے تو انکا خاص اثر پیدا نہیں ہوتا تو اس کو بدعت کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ مثلاً بعض عمل کھڑے ہو کر پڑھے جاتے ہیں۔ اگر بیٹھ کر پڑھیں تو ان میں جو خاص اثر ہے وہ پیدا نہیں ہوتا۔ تو پڑھنے والا اس قیام کو اسی اعتبار سے ضروری سمجھتا ہے یعنی خاص اثر پیدا کرنے کے لیے اور اس کی دلیل عمل کے ایجاد کرنیوالے کا

---

[1] مباح اس فعل کو کہتے ہیں۔ جو شریعت میں نہ مستحب (پسندیدہ) ہے اور نہ مکروہ (ناپسندیدہ)

Marfat.com

کشف یا الہام ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص مولود شریف کی خاص شکل کو اپنے تجربے سے یا کسی صاحبِ بصیرت کی سند سے بعض خاص برکات کا حامل سمجھتا ہے اور انہی معنوں میں قیام کو ضروری سمجھتا ہے کہ یہ خاص اثر قیام کے بغیر حاصل نہ ہو گا تو یہ بات بدعت نہیں ہو سکتی۔ اعتقاد ایک اندرونی چیز ہے۔ بغیر دریافت کئے ہوئے اس کی کیفیت معلوم نہیں ہو سکتی۔ یہ بات اچھی نہیں ہے کہ چند ظاہری علامتوں کو دیکھ کر کسی پر بدگمانی کی جائے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ بعض لوگ قیام نہ کرنے والوں پر ملامت کرتے ہیں۔ ایسی ملامت یقیناً بے جا ہے کیونکہ شرعی اعتبار سے قیام واجب نہیں ہے اور فقہا نے فرمایا ہے کہ اصرار کرنے سے ایک پسندیدہ فعل مستحب بھی معصیت ہو جاتا ہے۔ اصرار صرف واجبات پر مناسب ہے۔ اختیاری فعل میں منع ہے۔ لیکن اگر کوئی ملامت کرے۔ اس کے متعلق یہ قیاس کر لینا کہ وہ قیام کو شرعی طور پر واجب سمجھتا ہے۔ یہ بات درست نہیں ہے۔ ملامت کی بہت سی وجہیں ہو سکتی ہیں کبھی واجب ہونے کا اعتقاد۔ کبھی عادت یا رسم کی مخالفت۔ چاہے عادت کسی دنیوی یا دینی بنیاد پر ہو۔ کبھی اس وجہ سے ملامت ہوتی ہے کہ ملامت کرنے والے کی رائے میں خواہ یہ رائے صحیح ہو یا غلط۔ وہ فعل کسی بدعقیدہ قوم کی علامت بن گیا ہے۔ چنانچہ

Marfat.com

جب وُہ کسی کو کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ یہ بھی ان ہی میں سے ہے. مثال کے طور پر کوئی بزرگ مجلس میں تشریف لائیں اور سب لوگ تعظیم کے لیے کھڑے ہو جائیں. لیکن ایک شخص بیٹھا رہے تو اس پر ملامت اس وجہ سے کوئی نہیں کرتا کہ اس نے شریعت کے کسی واجبات کو ترک کیا۔ بلکہ اس وجہ سے کہ اُس نے مجلس کی وضع کی مخالفت کی۔ ایک اور مثال یہ ہے کہ برّصغیر میں عام طور پر رسم ہے کہ تراویح میں قرآن مجید کے ختم کے موقعہ پر شیرینی تقسیم کرتے ہیں۔ اگر کوئی شیرینی تقسیم نہ کرے تو ملامت کریں گے. لیکن یہ ملامت صرف اسی وجہ سے ہو گی کہ اس نے ایک نیک رسم کو ترک کیا۔ یا پھر مثلاً کسی زمانے میں "بحق" کہنا معتزلہ[1] فرقے کے ساتھ مخصوص تھا۔ اگر کوئی ناواقف آدمی کسی کو "بحق" کہتا ہوا سنتا تو یہ سمجھتے ہوئے ملامت کرتا کہ یہ شخص بھی اُسی فرقے کا ہے۔ اس فعل سے اس کے باقی عقائد پر قیاس کر کے وُہ اسکی مخالفت کرتا۔ بہرحال اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی شخص کے محض ملامت

---

[1] معتزلہ اپنے آپ کو "اہل العدل والتوحید" کہتے تھے۔ ان کا کہنا ہے کہ انسان اپنی تقدیروں کا خود خالق ہے۔ وہ اشیاء کی خوبی یا خرابی کا معیار عقل قرار دیتے ہیں۔ مرحوم ڈاکٹر احمد امین کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کے زوال و انحطاط کا ایک سبب معتزلہ جماعت کی شکست بھی ہے۔

کرنے کو ہم اس بات کی دلیل نہیں ٹھیرا سکتے کہ وُہ اس فعل کو واجب سمجھتا ہے اور اگر فرض کرو عوام میں سے کسی کا یہ عقیدہ ہو بھی کہ قیام واجب یا فرض ہے تو صرف اسی کے حق میں بدعت ہو جائے گا۔ ان کے حق میں جنکا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ وہ جائز (مباح) اور پسندیدہ رہے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ بعض لوگ جن کی طبیعت میں شدت ہے رجعت[1] قہقری کو ضروری سمجھتے ہیں تو اگر کوئی رجعتِ قہقری کرے گا۔ اس خیال سے کہ یہ ضروری نہیں۔ ہاں پسندیدہ ہے تو کیا اس کے حق میں بھی یہ بدعت ہو جائے گی۔ بعض اہل علم جاہلوں کی چند زیادتیوں کو دیکھ کر جیسے موضوع روایات پڑھنا یا گانا وغیرہ جو اکثر عوام کی مجلسوں میں ہوتا ہے۔ سب مجلسوں پر ایک عام حکم لگا دیتے ہیں۔ یہ انصاف کے خلاف ہے بعض واعظین موضوع روایات بیان کرتے ہیں اور کبھی کبھی ان کے وعظ میں مردوں اور عورتوں کی ایک ساتھ موجودگی کی وجہ سے کوئی فتنہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو کیا

---

[1] الٹے پاؤں پھرنا۔ یہاں پر اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض لوگ حج میں طواف وداع سے فارغ ہونے کے بعد الٹے پاؤں حرم سے باہر آتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو گنہ گار ہوں گے تو ان کے اس غلط خیال کی وجہ سے ان لوگوں کا یہ فعل بدعت کیوں ٹھیرے گا۔ جن کا یہ عقیدہ نہیں ہے اور صرف ایک مستحسن فعل سمجھ کر الٹے پاؤں لوٹتے ہیں۔

Marfat.com

تمام وعظ کی مجلسیں ممنوع ہو جائیں گی۔

؎ بہر کیکے تو گلیمے را مسوز[1]

رہا یہ عقیدہ کہ مجلس مولود میں حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں تو اس عقیدہ کو کفر و شرک کہنا حد سے بڑھنا ہے۔ یہ بات عقلاً و نقلاً ممکن ہے۔ بلکہ بعض مقامات پر واقع ہو بھی جاتی ہے۔ اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ حضرت صلعم کو کیسے علم ہوا۔ آپ کئی جگہ کیسے تشریف فرما ہوئے تو یہ شبہ بہت کمزور شبہ ہے۔ حضورؐ کے علم و روحانیت کی وسعت کے آگے جو صحیح روایات سے اور اہل کشف کے مشاہدے سے ثابت ہے۔ یہ ادنیٰ سی بات ہے۔ اس کے علاوہ اللہ کی قدرت میں تو کوئی کلام نہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپؐ اپنی جگہ تشریف رکھیں اور درمیانی حجاب اٹھ جائیں۔ بہرحال ہر طرح سے یہ بات ممکن ہے اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت علم غیب کا عقیدہ جو ذات حق کے ساتھ مخصوص ہے۔ لازم نہیں آتا۔ علم غیب اس کو کہتے ہیں جو علم رکھنے والے کی ذات سے وابستہ ہو۔ یعنی وہ اپنی ذات سے غیب کی باتوں کو جانتا ہو۔ اس کو کسی کے بتانے کی ضرورت نہ ہو۔ اس قسم کا علم غیب صرف اللہ کی ذات کو ہے۔ وہ

---

[1] ایک پسو کی وجہ سے اپنا کمبل مت جلا۔

Marfat.com

علمِ جو اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے حاصل ہوتا ہے وہ ذاتی نہیں۔ بلکہ کسی خبر دینے والے کے ذریعہ ہوتا ہے۔ ایسا علم مخلوق کے حق میں نہ صرف ممکن ہے۔ بلکہ اس کے حاصل ہونے کے واقعات مشہور و معروف ہیں۔ القاء، الہام، وحی اسی قبیل سے ہیں کسی ممکن بات کا اعتقاد کس طرح کفر و شرک ہو سکتا ہے البتہ جو بات ہو سکتی ہے۔ اس کا ہو جانا ضروری نہیں۔ اس کے واقع ہونے کے لیے دلیل کی ضرورت ہے۔ اگر کسی کو دلیل مل جائے مثلاً خود کشف ہو جائے یا کوئی صاحبِ کشف خبر دے تو اس پر یقین رکھنا جائز ہے ورنہ بغیر دلیل کے ایک غلط خیال ہے ایسے غلط خیال کو چھوڑ دینا لازمی ہے مگر شرک و کفر کسی طرح نہیں ہو سکتا اس مسئلہ کی مختصر تحقیق یہی ہے جو یہاں بیان کی گئی فقیر کا مشرب یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں۔ بلکہ برکات کا ذریعہ سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف اور لذت پاتا ہوں۔ علماء کرام اس سلسلہ میں یہ رکھنا چاہئیے کہ چونکہ یہ اختلافی مسئلہ ہے اور ہر فریق کے پاس شرعی دلائل بھی ہیں۔ جیسے اکثر اختلافی مسائل میں ہوا کرتے ہیں۔ چاہے قوت یا ضعف کا فرق ہو۔ اسلئے خواص کو چاہئیے کہ جو اُن کی تحقیق ہو اس پر عمل کریں لیکن دوسرے فریق کے ساتھ بغض اور کلینہ نہ رکھیں نہ تحقیر و نفرت سے اُن کو دیکھیں۔ نہ ان کو فاسق و

Marfat.com

گمراہ کہیں۔ بلکہ اس اختلاف کو حنفی شافعی کے اختلاف کے مانند سمجھیں نیز دونوں فریق آپس میں ملاقات، خط و کتابت و سلام، موافقت و محبت کی رسوم جاری رکھیں۔ ایک دوسرے کی تردید اور آپس میں مباحثہ سے پرہیز رکھیں۔ خاص طور پر بازاری لوگوں کی بیہودگیوں سے بچیں جو اہل علم کے منصب کے خلاف ہے۔ بلکہ ایسے مسائل میں نہ فتویٰ لکھیں نہ مہر و دستخط کریں۔ کیونکہ یہ فضول ہے۔ نیز ایک دوسرے کی رعایت رکھیں۔ مثلاً اگر قیام کو منع کرنیوالے قیام کرنے والوں کی محفل میں شریک ہوجائیں تو بہتر یہ ہے کہ اس محفل میں قیام نہ ہو۔ بشرطیکہ فتنہ برپا ہونے کا اندیشہ نہ ہو اور اگر قیام ہو تو قیام کو منع کرنے والے بھی قیام میں شریک ہوجائیں۔ عوام نے جو غلو اور زیادتیاں کر لی ہیں۔ ان کو نرمی سے منع کریں اور ان لوگوں کا منع کرنا زیادہ مفید ہوگا۔ جو خود مولود شریف کے قیام میں شریک ہوتے ہیں جو اصل مولود ہی کو منع کرتے ہیں انکا خاموش رہنا مناسب ہے۔ ان باتوں پر گفتگو ہی نہ کریں۔ جہاں ان باتوں کی عادت ہو۔ وہاں مخالفت نہ کریں۔ اور جہاں عادت نہ ہو ایجاد نہ کریں۔ غرض فتنہ سے بچیں۔ قصہ[ۂ] حطیم اس کے لیے کافی دلیل

لہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر لوگ کفر کے قریب نہ ہوتے (جو نئے مسلمان ہوئے تھے) تو کعبہ کی عمارت منہدم کر کے نئی عمارت بنواتا اور اس میں حطیم کو بھی شامل کر لیتا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

باقی حاشیہ آگے

ہے۔ جائز سمجھنے والے منع کرنے والوں کی ممانعت کی تاویل کر لیا کریں کہ یا تو ان کی یہی تحقیق ہے یا انتظاماً منع کرتے ہیں۔ کیونکہ بعض موقعوں پر اصل عمل سے منع کرنے ہی سے لوگ ایسی زیادتیوں سے بچتے ہیں اسی طرح منع کرنیوالے جائز سمجھنے والوں کے مسلک کی تاویل کر لیا کریں کہ یا تو ان کی یہی تحقیق ہے۔ یا غلبہ محبت سے یہ عمل کرتے ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ حسنِ ظن کی وجہ سے دُوسروں کو بھی اجازت دیتے ہیں۔ خواص کا عمل درآمد یہی مناسب ہے اور عوام کو چاہیئے کہ جس عالم کو دیندار اور محقق سمجھیں۔ اس کی تحقیق پر عمل کریں اور دُوسرے فریق کے لوگوں پر اعتراض نہ کریں۔ خاص طور سے دُوسرے فریق کے علماء کی شان میں گستاخی نہ کریں۔ جو چھوٹا منہ بڑی بات ہے اور یاد رکھیں کہ غیبت اور حسد سے اچھے اعمال ضائع ہوتے ہیں۔ ان بُری باتوں سے پرہیز کریں اور تعصب اور عداوت سے دُور رہیں ایسے مضامین کی کتابیں اور رسالے نہ پڑھیں۔ کیونکہ یہ علماء کا کام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ سے) سرے سے بنوایا تھا جسمیں حطیم کو بھی شامل کر لیا تھا۔ مگر آپ کے شہید ہونے کے بعد حجاج بن یوسف نے اسے منہدم کر کے کعبۃ اللہ کو سابقہ طرز پر بنوایا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اس دلیل سے ثابت کرنا ہے کہ بعض موقعہ پر فتنے سے بچنے کے لیے فعل مستحسن بھی ترک کرنا مناسب ہے۔ (ملاحظہ ہو۔ "اللؤلؤ والمرجان" کتاب الحج باب

ہے۔ ان چیزوں سے عوام کو علماء پر بدگمانی اور مسائل میں پریشانی پیدا ہوتی ہے۔ اس مسئلہ میں جو تحقیق اور عملدرآمد یہاں تحریر کیا گیا۔ کچھ اس مسئلہ ہی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ نہایت مفید اور کارآمد مضمون ہے۔ اکثر اختلافی مسائل میں اس سے کام لینا صحیح ہوگا۔ کیونکہ وہ اسی قاعدے پر مبنی ہیں۔ فاحفظہ تنفع انشاءاللہ تعالیٰ

(پس اسے ذہن نشین کرلو۔ تمہیں فائدہ پہنچے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ)

Marfat.com

فاتحہ مروّجہ

اس میں بھی وہی گفتگو ہے جو اوپر میلاد شریف کے سلسلہ میں گزر چکی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ میّت کی رُوح کو ثواب پہنچانے میں اصولی طور پر کسی کو کلام نہیں۔ لیکن یہاں بھی اگر کوئی اس ثواب کو مخصوص باتوں پر موقوف سمجھے جو آج کل کی مجالس فاتحہ میں رائج ہیں۔ یا ان باتوں کو واجب یا فرض تصوّر کرے تو یہ ممنوع ہو جائیں گی اور اگر یہ عقیدہ نہیں ہے۔ بلکہ اس خاص شکل کو محض مصلحت سے اختیار کیا جائے تو کچھ ہرج نہیں اسی طرح فقہائے کرام نے نماز میں کسی مصلحت سے خاص سورتیں مقرر کرنا جائز رکھا ہے اور تہجد میں اکثر مشائخ کا یہی معمول ہے۔ اگر اس سوال پر غور کیا جائے کہ یہ فاتحہ کی شکل جس کا اس زمانے میں رواج ہے کس طرح وجود میں آئی تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں یہ عادت تھی کہ مثلاً کھانا پکا کر مسکینوں کو کھلا دیا اور دل میں نیت کی کہ اس کا ثواب فلاں کو پہنچ جائے۔ بعد کے لوگوں میں کسی کو خیال ہوا کہ جیسے نماز میں گو دل

سے نیت کرنا کافی ہے۔ عوام کے لیے دل اور زبان کی موافقت کے لحاظ سے زبان سے بھی کہنا اچھی بات ہے۔ اسی طرح اگر یہاں بھی زبان سے کہہ دیا جائے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچ جائے تو بہتر ہے۔ پھر کسی کو خیال ہوا کہ اگر وہ کھانا سامنے ہو جس کی طرف اس دعا میں اشارہ کیا جا رہا ہے تو نیت میں یکسوئی زیادہ ہوگی۔ تو کھانا سامنے رکھا جائے گا۔ کسی کو یہ خیال ہوا کہ یہ دُعا ہے اگر کچھ کلام الٰہی بھی پڑھا جائے تو دعا قبول ہونے کی زیادہ امید ہے اور اس کلام کا ثواب بھی پہنچ جائے گا کہ جمع بین العبادتین ہے۔ یعنی دو عبادتیں جمع ہو جائیں گی۔

ع چہ خوش بُود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار[1]

قرآن شریف کی بعض سورتیں جو لفظوں میں مختصر اور ثواب میں بہت زیادہ ہیں۔ پڑھی جانے لگیں۔ کسی کو خیال ہوا کہ دعا کے لیے ہاتھ اُٹھانا سنت ہے۔ ہاتھ اُٹھانے کا بھی دستور ہو گیا۔ کسی نے خیال کیا کہ کھانے کے ساتھ جو مسکین کو کھلایا جائے گا۔ پانی دینا بھی بڑا ثواب کا کام ہے۔ تو کھانے کے ساتھ پانی بھی رکھا جانے لگا۔ اسی طرح فاتحہ کی خاص شکل پیدا ہو گئی۔ اب رہا تاریخ مقرر کرنا تو یہ بات تجربہ سے معلوم ہوتی ہے کہ جو کام کسی خاص وقت میں کیا جاتا ہے۔ وہ اس

---

[1] ایک نتیجہ دو کاج

Marfat.com

وقت یاد بھی آجاتا ہے اور ضرور انجام پاتا ہے. نہیں تو سالہا سال گزر جاتے ہیں کبھی اس کا خیال بھی نہیں آتا۔ اس قسم کی مصلحتیں ہر بات میں ہیں جن کی تفصیل بہت لمبی ہے. محض بطور نمونے کے تھوڑا سا بیان کیا گیا اور باقی ذہین آدمی خود غور کر کے سمجھ سکتا ہے. قطع نظر ان مصلحتوں کے ان باتوں میں بعض روحانی اسرار بھی ہیں. بہرحال اگر ایسی مصلحتیں ایک خاص شکل اختیار کرنے کا باعث ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں اب جہاں تک عوام کے غلو کا تعلق ہے تو اس کی اصلاح کرنی چاہیئے اصل عمل کو منع کرنے کی کیا ضرورت ہے اور اگر عوام کسی بات میں غلو کریں تو اس کے معنیٰ یہ نہیں کہ اہلِ فہم کا عمل غلط ہو گیا۔ لنا اعمالنا ولکم اعمالکم (ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمہارے لیے تمہارے اعمال)، بعض لوگ فاتحہ کی موجودہ شکل کو تشبّہ[1] بتلاتے ہیں تشبہ کی بحث بہت لمبی ہے. بس اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ تشبہ اس وقت تک رہتا ہے. جب تک وہ عادات اس قوم کے ساتھ ایسی مخصوص ہوں کہ جو شخص یہ کام کرے اس پر لوگ حیرت کریں. یا وہ اسی

---

[1] تشبہ: دوسری قوموں کی مشابہت اختیار کرنا یعنی انکے طور طریقے برتنا حدیث میں ہے. من تشبہ بقوم فھو منھم یعنی جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے تو ان ہی میں سے ہو جائے گا۔

Marfat.com

قوم میں سے سمجھا جائے۔ جب وہ عادات دُوسری قوموں میں پھیل کر عام ہوجائیں تو تشبّہ جاتا رہتا ہے۔ ورنہ بہت سی عادات و رسُوم غیر قوموں سے لئے گئے ہیں اور مسلمانوں میں اس کثرت سے پھیل گئے ہیں کہ کسی عالم، درویش کا گھر بھی ان سے خالی نہیں ہے۔ یہ سب باتیں بُری نہیں سمجھی جاسکتیں۔ اہلِ قبا[1] کی طہارت کا قصّہ اس کے لیے کافی حجّت ہے۔ ہاں اگر کوئی بات عام نہیں ہوئی اور اس غیر قوم کی خصُوصیت ہے تو تشبّہ ہوجاتا ہے جو منع ہے۔ چنانچہ ثواب پہنچانے کی شکل جو اس زمانہ میں رائج ہے کسی ایک قوم

---

[1] اہلِ قبا کی طہارت کے قصّے سے اس آیت کا مضمون مراد ہے فیہ رجال یحبون ان یتطهروا ط واللہ یحب المطهرین ۝ (سورہ توبہ آیت نمبر ۱۰۸) ترجمہ: (اس میں (مسجد قبا) ایسے لوگ (آتے ہیں) جو پسند کرتے ہیں کہ پاک و صاف رہیں اور اللہ (بھی) پاک و صاف رہنے والوں ہی کو پسند کرتا ہے۔) — مسند احمد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے تمہاری مسجد کے بیان میں تمہاری طہارت کی جو تعریف کی ہے تو بتلاؤ تو کہ تمہاری طہارت کیسے ہے؟ (یعنی تم کس طرح طہارت کرتے ہو۔) انھوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اور تو کچھ معلوم نہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ ہم نے اپنے پڑوسی یہودیوں کی نسبت جب سے یہ معلوم کیا کہ وہ پاخانہ سے نکل کر پانی سے پاکی کرتے ہیں

باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

K-4431

Marfat.com

کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ حضرت غوث پاک قدس سرہٗ کی گیارھویں رسوم۔ دسواں، بیسواں، چہلم، ششماہی، برسی وغیرہ اور توشۂ حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ اور سہ منی حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ شب برات کا حلوہ اور ایصال ثواب کے دوسرے طریقے اسی قاعدہؔ سے پر مبنی ہیں۔ فقیر کا مشرب اس سلسلہ میں یہ ہے

(بقیہ) ہم نے اس وقت سے اپنا وتیرہ یہی بنالیا ہے۔ ایک روایت میں ہے۔ کہ آپ نے یہ سوال عدیم بن عدی رضی اللہ عنہ سے کیا تھا۔ طبرانی اور ابن ماجہ وغیرہ میں بھی تقریباً یہی مضمون ملتا ہے۔ بلکہ ساتھ ہی ساتھ یہ حدیث کی عبارت بھی درج ہے۔ قال فھو ذالک فعلیکموہ یعنی انصار کا جواب سن کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بس یہی بات ہے پس تم پر لازم ہے کہ تم ایسا کرو۔ یعنی پانی سے استنجا ضرور کیا کرو۔ غرض متعدد روایات سے ثبوت ملتا ہے کہ پانی سے استنجا کرنے کی عادت اغیار کی تھی جسے جماعت انصار نے اپنایا اور چونکہ یہ عادت انصار میں عام ہوگئی تھی۔ لہذا کوئی شبہ تشبہ کا باقی نہیں رہا۔ بلکہ ان کے اس فعل کو پسند کیا گیا۔ حالانکہ استنجا کے لیے صرف ڈھیلوں کے استعمال کا حکم تھا۔ یہ ہے تشریح اہل قبا کی طہارت کے قصہ کی۔

لہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہاں مقصد یہ ہے کہ سب چیزیں اصلی طور پر منع نہیں ہیں۔ ہاں ضرورت سے زیادہ پابندی بری ہو سکتی ہے اگر ان میں ریا اور تصنع پیدا ہو جائے۔ یا بے جا اسراف کیا جائے تو اصلاح ضروری ہے

کہ میں ان خاص شکلوں کا پابند نہیں ہوں۔ مگر کرنے والوں پر انکار بھی نہیں کرتا۔ اس مسئلہ میں عمل درآمد وہی رکھنا چاہیئے۔ جو اوپر میلاد شریف کے بارے میں بیان ہو چکا ہے۔ یعنی دونوں فریق آپس میں مل جل کر رہیں۔ بحث و مباحثہ نہ کریں۔ ایک دُوسرے کو وہابی بدعتی نہ کہیں اور عوام کو غلو اور جھگڑا کرنے سے منع کریں۔

Marfat.com

عُرس اور سماع

لفظ عُرس اس حدیث سے لیا گیا ہے نَمْ کنومۃ العروس[۱] یعنی مرنے کے بعد صالح بندے سے کہا جاتا ہے "سو جا دلہن کی نیند" اللہ کے مقبول بندوں کے حق میں موت محبوبِ حقیقی سے ملنے کا نام ہے اور اسی وجہ سے ان کی موت وصال کہی جاتی ہے۔ یعنی ملاپ اب جو محبوبِ حقیقی سے جا ملے اس سے بڑھ کر کیا شادی ہو سکتی ہے۔ عرس کی رسم جاری کرنے کا یہ مقصد تھا۔ کہ مرنے والوں کی رُوحوں کو ایصالِ ثواب کرنا ایک پسندیدہ فعل ہے۔ اس سلسلہ میں جن بزرگوں سے ہم نے فیوض و برکات حاصل کئے ہیں۔ اُنکا ہمارے اوپر سب سے زیادہ حق ہے۔ پھر اپنے پیر بھائیوں سے ملنا محبت کو بڑھاتا ہے۔ اور باعث برکت بھی ہے۔ اس کے ساتھ طالبوں کا یہ فائدہ ہے کہ پیر کی تلاش میں وقت نہیں ہوتی۔ کیونکہ بہت سے مشائخ رونق

---

۱ ترمذی، ابواب الجنائز۔

Marfat.com

افروز ہوتے ہیں۔ ان میں جن سے عقیدت ہو۔ ان کے مُرید ہو سکتے ہیں۔ اس طرح سے سلسلہ کے سب لوگ ایک تاریخ میں جمع ہو جاتے ہیں۔ ایک دُوسرے سے ملاقات ہو جاتی ہے اور صاحبِ مزار کی رُوح کو قرآن کی تلاوت اور کھانا تقسیم کرنے کا ثواب بھی پہنچایا جاتا ہے اس مصلحت سے ایک خاص تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اَب یہ تاریخ وفات کا دن کیوں ہے۔ اسمیں کچھ رازِ پوشیدہ ہیں۔ جن کے اظہار کی ضرُورت نہیں۔ چونکہ بعض سلسلوں میں سماع کا رواج ہے۔ اسلیے حال کو تازہ کرنے اور ذوق اور شوق کو بڑھانے کے لیے کچھ سماع بھی ہونے لگا۔ چنانچہ عرس کی اصلیت یہی ہے اور اسمیں کوئی ہرج نظر نہیں آتا بلکہ بعض علماء نے احادیث سے اس کا جواز بھی نکالا ہے۔ ایک شُبہ اس حدیث سے پیدا ہوتا ہے۔ لاتتخذوا قبری عیدًا[1] یعنی میری قبر کو میلہ مت بنانا۔ اس حدیث کے صحیح معنی یہ ہیں کہ قبر پر میلہ لگانا۔ خوشیاں کرنا۔ زینت و آرائش اور دُھوم دھام کا اہتمام کرنا یہ سب منع ہے۔ کیونکہ زیارتِ قبور عبرت اور آخرت کو یاد دلانے کے لیے ہے۔ نہ کہ غفلت اور زینت کے لیے۔ یہ معنی نہیں ہیں کہ قبر پر جمع ہونا منع ہے۔ ورنہ قافلوں کا روضۂ اقدس کی زیارت

---

[1] ۔ حجۃ اللہ البالغہ، باب الاذکار وما یتعلق بہا،

Marfat.com

کے لیے مدینہ طیبہ جانا بھی منع ہوتا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ غلط ہے حقیقت یہ ہے کہ زیارت قبور اکیلے یا جماعت کے ساتھ دونوں طرح جائز ہے اور ایصال ثواب بذریعہ تلاوتِ قرآن اور تقسیم طعام بھی جائز اور مصلحت سے خاص تاریخ کو مقرر کرنا بھی جائز اور یہ سب مل کر بھی جائز۔

رہا یہ شبہ کہ وہاں پکار کر سب قرآن شریف پڑھتے ہیں۔ اور اس میں آیت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا (سورۃ الاعراف، آیت نمبر ۲۰۴) ترجمہ: (اور مسلمانو! جب قرآن پڑھا جائے، تو جی لگا کر سنو اور چپ رہو، تاکہ اللہ کی مہربانی کے مستحق ثابت ہو۔) کی مخالفت ہوتی ہے۔ اوّل تو علماء نے لکھا ہے کہ نماز کے باہر خاموشی سے قرآن شریف کو سننا مستحب ہے یعنی پسندیدہ ہے۔ فرض یا واجب نہیں ہے۔ چنانچہ اگر کوئی کسی مستحب کو چھوڑ دے تو اتنا سخت اعتراض مناسب نہیں۔ ورنہ مکتبوں میں بچوں کا پڑھنا بھی منع ہو جائے گا۔ دوسرے اگر کسی کی یہی تحقیق ہو کہ قرآن شریف کو سنتے وقت خاموش رہنا ہر حالت میں واجب ہے تو بجائے اس کے کہ بڑے عرس ہی کو منع کرے بہتر یہی ہوگا کہ لوگوں کو اس بات کی تعلیم کرے کہ قرآن مجید خاموشی

Marfat.com

پڑھیں۔ سوئم کی رسم میں جو لوگ قرآن شریف بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ اس کا بھی یہی جواب ہے۔ البتہ جس مجلس میں ایسی قابلِ اعتراض باتیں ہوتی ہیں۔ جیسے طوائفوں کا ناچ اور قبور کو سجدہ وغیرہ۔ اسمیں شریک نہیں ہونا چاہیئے۔

سماع بذاتِ خود ایک اختلافی مسئلہ ہے۔ بغیر ساز کے سماع میں بھی اختلاف ہے۔ لیکن اس کے متعلق محققین کا قول ہے کہ اگر جواز کی شرطیں موجود ہوں اور فساد پیدا کرنے والی باتیں موجود نہ ہوں۔ تو درست ہے ورنہ نہیں۔ جیسے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں مفصل بیان کیا ہے۔ اور ساز کے ساتھ سماع میں بھی اختلاف ہے بعض لوگوں نے ان حدیثوں کی تاویلیں کی ہیں جنمیں ساز منع معلوم ہوتے ہیں اور اس سلسلہ میں فقہ نے دلائل پیش کئے ہیں۔ چنانچہ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ سماع میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ لیکن اس پر سب متفق ہیں کہ آداب[1] و شرائط کا ہونا ضروری ہے جو آج کل اکثر مجالس میں مفقود ہوتے ہیں،

---

[1] جن بزرگوں کے مسلک میں سماع جائز ہے۔ ان کے ہاں سالک مبتدی کو سماع میں شرکت کے لیے اجازت شیخ پہلی شرط ہے۔ کیونکہ سماع کس کیلئے مفید ہے تو کسی کے لیے سخت نقصان دہ ہے۔ چشتیہ سلسلہ میں بھی عام اجازت

حاشیہ باقی ہے آگے

Marfat.com

مگر تاہم ؎ خدا پنج انگشت یکساں نکرد

(اللہ تعالیٰ نے پانچوں انگلیاں ایک سی نہیں بنائیں۔)

بہر حال یہ احادیث خبرِ واحد ہیں اور ان کی تاویل ممکن ہے۔ خواہ ذرا مشکل ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ اپنے غلبۂ حال کی وجہ سے مجبور رہیں۔ ایسی حالت میں کسی پر اعتراض کرنا بہت دشوار ہے۔

بقیہ: ہے اس کے علاوہ مجلس سماع کے لیے تین بنیادی شرطیں ہیں۔ زمان، مکان، اخوان۔ جنکی مختصر تعریف یہ ہے۔ **زمان** : وقت ایسا ہو جبکہ دل یکسو ہو، سماع کے لیے اضطراب بڑھا ہوا ہو۔ اپنے مولا کے ساتھ خلوت میں بیٹھنے کی خواہش مجبور کر رہی ہو۔ کوئی ایسی وجہ نہ ہو کہ جس سے جمعیتِ خاطر کی پراگندگی کا اندیشہ ہو۔ نماز کا وقت نہ ہو۔ **مکان** : ایسی جگہ ہو جہاں ہم دوسروں کیلئے یا دوسرے ہمارے لیے تکلیف کا باعث نہ بن سکیں۔ عام راستہ نہ ہو، بازار نہ ہو۔ تماشوں اور تفریح گاہوں کے میدان نہ ہوں۔ جگہ ایسی ہو کہ اہل سماع تمام شرائط کی پابندی باآسانی کر سکیں۔ **اخوان** : سماع میں شریک ہونے والے سب کے سب ہم مشرب، ہم مذاق اور ہم رنگ ہونے چاہئیں۔ وہ ایسے لوگ ہوں جو غلبۂ نفسانی سے آزاد ہو چکے ہوں۔ تمام بری خصلتوں پر غلبہ حاصل کر چکے ہوں۔ نرے دنیادار، ریاکار، مغرور اور وجاہتِ ذاتی کے طلبگاروں کی ایسی مجلسوں میں کوئی گنجائش نہیں۔ صرف ایسے لوگ شریک ہو سکتے ہیں جو متوجہ الی اللہ ہونے کی نیت سے باوضو آئے ہوں۔ انکے سینوں میں کھوٹ نہ ہو۔ وہ ایسے

Marfat.com

اس مسئلہ میں فقیر کا مشرب یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیر و مرشد کی رُوحِ مبارک کو ایصالِ ثواب کرتا ہُوں۔ اوّل قرآن خوانی ہوتی ہے اور کبھی کبھی اگر وقت میں گنجائش ہوتی تو مولود پڑھا جاتا ہے۔ پھر کھانا کھلا دیا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔ اس سے زائد فقیر کی عادت نہیں ہے اور نہ کبھی سماع کا اتفاق ہُوا۔ نہ خالی نہ ساز کے ساتھ۔ مگر دِل میں اہلِ حال پر کبھی اعتراض نہیں کیا۔ ہاں جو محض ریاکار دعویدار ہو وہ بُرا۔ مگر بغیر شرعی دلیل کے اس کا فیصلہ کرنا کہ فلاں شخص ریاکار ہے درست نہیں۔ اس میں بھی دونوں فریق کا عملدرآمد یہی ہونا چاہئے جو اُوپر گزر چکا کہ جو لوگ نہ کریں تو اس بات کو انکا کمال اتباعِ سنت کا شوق سمجھ اور جو کریں۔ ان کو اہلِ محبّت میں سے جانیں اور ایک دُوسرے پر انکار نہ کریں اور عوام کی زیادتیوں کو لطف و نرمی سے روکنے کی کوشش کریں ـــــــ

بقیہ بھائی ہوں جو انوار و معارف کے حاصل کرنے میں باہم شریک ہوں۔ اخوان کی شرط میں قوال بھی شریک ہیں۔ قوّال ذاکر و شاغل ہوں۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند ہوں حریصِ دنیا نہ ہوں۔ متقی اور پرہیزگار ہوں۔ اگر سماع کی کسی محفل میں مذکورہ بالا شرائط موجود نہ ہوں تو صوفیائے کرام کے نزدیک ایسے سماع میں شریک ہونا مناسب نہیں ہے۔

لہ خبرِ واحد اس حدیث کو کہتے ہیں کہ شرُوع سے آخر تک صرف ایک دو راویوں نے روایت کی ہو۔

Marfat.com

غیر اللہ کو پکارنا

اس مسئلہ کی حقیقت یہ ہے کہ پکارنے سے مختلف مقاصد و اغراض ہوتے کبھی اس کا مقصد محض اظہار شوق ہے۔ کبھی حسرت کبھی کسی کو سنانا۔ کبھی اس کو پیام پہنچانا۔ چنانچہ اگر کسی غائب مخلوق کو محض یاد کرنے کے لیے یا وصال کے شوق اور فراق کی حسرت سے پکارا جائے۔ جیسے اپنے دل کو تسلی دینے کے لیے عاشق اپنے محبوب کا نام لیا کرتا ہے تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ مجنوں کا قصہ مثنوی میں آتا ہے۔

دید مجنوں را یکے صحرا نورد
در بیابانِ غمش بنشستہ فرد
ریگ کاغذ بود انگشتاں قلم
می نمودے ہر کس نامہ رقم
گفت اے مجنوں شیدا چیست ایں
می نویسی نامہ ہر کیست ایں

Marfat.com

گفت مشقِ نام لیلےٰ می کُنم
خاطرِ خود را تسلّی می دھم

ترجمہ : کِسی صحرانورد نے مجنوں کو دیکھا کہ اپنے غم وحزن کی ویران دنیا میں تنہا بلیٹھا ہُوا ہَے۔ ریت کاغذ ہَے اور اُنگلیاں قلم۔ کِسی کو خط لکھ رہا ہَے۔ پوچھا گیا کہ اے مجنونِ شیدا یہ سب کیا ہَے۔ کس کے لیے یہ خط نویسی ہو رہی ہَے۔ کہنے لگا کہ میں تو لیلےٰ کے نام کی مشق کر رہا ہوں۔ اور اس طرح اپنے دل کو تسکین دے رہا ہوں۔

اس قسم کا پکارنا صحابہ کرام سے بہت سی روایتوں میں پایا جاتا ہَے اور یہ بات ان لوگوں پر مخفی نہیں ہَے جنھوں نے آثارِ صحابہ کا گہرا مطالعہ کیا ہَے۔ دُوسری صُورت یہ ہَے کہ مخاطب کو سُنانا مقصود ہو تو اگر پکارنے والا باطنی صفائی سے اس ہستی کا رُوحانی مشاہدہ کر رہا ہَے۔ جس کو پکارا جا رہا ہَے تو بھی جائز ہَے اور اگر مشاہدہ نہیں کر رہا لیکن سمجھتا ہَے کہ فلاں ذریعہ سے اس کو خبر پہنچ جائے گی اور وُہ ذریعہ دلیل سے ثابت ہو تو بھی جائز ہَے۔ مثلاً یہ بات حدیث سے ثابت ہَے کہ ملائکہ درود شریف کو حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچاتے ہیں۔ اگر اسی اعتقاد سے کوئی الصّلاۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ ہاں اگر

Marfat.com

نہ مشاہدہ ہو رہا ہو۔ نہ پیغام پہنچانا مقصود ہو اور نہ کوئی پیغام پہنچانے کے ذریعے کی کوئی دلیل ہو تو ایسا پکارنا منع ہے۔ مثلاً اگر کوئی کسی ولی کو دور سے پکارتا ہے۔ اس طرح کہ ان کو سننا منظور ہو اور نہ وہ روبرو ہیں اور نہ اس شخص کے پاس کوئی شرعی ثبوت ہے کہ ان کو کسی ذریعہ سے خبر پہنچ جائے گی تو یہ اعتقاد اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے اور علم غیب کا دعوےٰ بھی ہے۔ بلکہ شرک سے ملتا جلتا ہے۔ مگر بے دھڑک اس کو شرک اور کفر کہہ دینا جرأت کی بات ہے۔ کیونکہ ممکن ہے۔ اللہ تعالےٰ ان بزرگ کو خبر پہنچا دے اور کسی ممکن بات کا اعتقاد شرک نہیں ہو سکتا۔ لیکن جو بات ہو سکتی ہے اس کا ہو جانا ضروری نہیں۔ اسلیے اس قسم کی بے معنی پکار کی اجازت نہیں ہے البتہ وہ پکار جو حدیث میں آئی ہے۔ مثلاً یا عباد اللہ اعینونی (اے بندگان خدا میری مدد کرو) وہ سب کے نزدیک جائز ہے۔

یہ تفصیل جو اوپر گزری ہے عوام کے لیے ہے۔ اہل خصوصیت کا حال بھی جدا اور حکم بھی جدا۔ ان کے حق میں یہ فعل عبادت ہو جاتا ہے جو خواص میں سے ہوگا۔ وہ خود سمجھ جائے گا۔ بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ اس سے یا شیخ عبد القادر شیأ للہ" کے وظیفہ کا حکم معلوم ہو گیا اگر شیخ کو متصرف حقیقی سمجھے تو یہ شرک کی طرف لے

Marfat.com

جانے والی بات ہے۔ ہاں اگر وسیلہ یا ذریعہ جانے یا ان الفاظ کو بابرکت سمجھ کر خالی الذہن ہو کر پڑھے تو کچھ ہرج نہیں۔ یہ اس مسئلے کی حقیقت ہے۔ اب بعض علماء اس قسم کی پکار کو منع کرتے ہیں۔ اِس خیال سے کہ عوام فرقِ مراتب نہیں کرتے۔ ان کی نیت بھی اچھی ہے انما الاعمال بالنیات (یقیناً اعمال کا مدار نیتوں پر ہے) مگر مصلحت یوں ہے کہ اگر پکارنے والا سمجھ دار ہو تو اس پر حسنِ ظن کیا جائے اور محض عامی جاہل ہو تو اُس سے دریافت کیا جائے اگر اس کے عقیدے میں کوئی خرابی ہو تو بالکل روک دیا جائے۔ لیکن ہر موقع پر اصل عمل سے منع کرنا مصلحت ہو تو بالکل روک دیا جائے۔ لیکن ہر موقعہ پر اصل عمل سے منع کرنا مفید نہیں ہوتا۔ ایک بات یاد رکھنے کے قابل ہے جو بہت جگہ کار آمد ہوتی ہے۔ وُہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی غلط عمل میں مبتلا ہو اور ان کے حالات کو دیکھ کر یہ یقین ہو جائے کہ یہ شخص اصل عمل کو ترک نہ کرے گا تو اس موقعہ پر نہ تو اس کو اصل عمل کے چھوڑنے پر مجبور کرے۔ کیونکہ سوائے فساد اور دشمنی کے اور کوئی نتیجہ نہ ہوگا اور نہ اس کو بالکل آزاد اور بے لگام چھوڑ دے۔ کیونکہ یہ شفقت اور اخوّتِ اسلامی کے خلاف ہے۔ بلکہ اصل عمل کی اجازت دے کر اس میں جو خرابی ہو اس کی اصلاح کرے۔ اس میں قبول ہونے

اسید زیادہ ہے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ کا حکم ہے۔ ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ سورۃ النحل آیت نمبر ۱۲۵

(اے پیغمبر! اپنے پروردگار کی راہ کی طرف لوگوں کو بلاؤ۔ اس طرح کہ حکمت کی باتیں بیان کرو۔ اور اچھے طریقہ پر پند و نصیحت کرو۔)

جاہلیت کی رسوم کے عام رواج کے وقت جو شریعت کے احکام مقرر ہوئے تھے۔ ان پر غور کرنے سے یہ قاعدہ صاف نظر آئے گا۔ اس فقیر کا مشرب یہ ہے کہ ایسی پکار میرا معمول نہیں۔ ہاں بعض اشعار میں ذوق و شوق سے صیغۂ ندا برتا گیا ہے۔ عمل درآمد وہی رکھنا چاہئے جس کا ذکر اوپر کے تین مسئلوں میں گزر چکا ہے۔

Marfat.com

جماعتِ ثانیہ

(یعنی مسجد میں ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت کرنا)

اس مسئلہ میں قدیم زمانے سے اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دوسری جماعت کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ لیکن امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ بعض شرائط کے ساتھ اجازت دیتے ہیں۔ دونوں طرف دلیلیں موجود ہیں۔ اس سلسلہ میں گفتگو کو طول دینا مناسب نہیں ہے کیونکہ دونوں مسلکوں کو اختیار کرنے کی گنجائش ہے۔ بہتر یہی ہے کہ دونوں قولوں کو یوں جمع کیا جائے کہ اگر پہلی جماعت کاہلی و سستی کی وجہ سے چھوٹ گئی اور دوسری جماعت کی شرکت سے روکنے سے اس شخص کو تنبیہ ہو جائے گی۔ تو اس کے لیے جماعتِ ثانیہ کے مکروہ ہونے کا حکم دیا جائے۔ اور مکروہ کہنے والوں کی دلیل بھی یہی ہے کہ اگر اجازت دی جائے تو پہلی جماعت کم ہو جائے گی۔ اگر کسی معقول عذر سے پہلی جماعت رہ گئی تو دوسری جماعت کے ساتھ پڑھنا

Marfat.com

تنہا پڑھنے سے بہتر ہے اور اگر کوئی شخص ایسا لااُبالیؔ ہے کہ دُوسری جماعت سے منع کرنے سے اس کو تنبیہ نہ ہوگی۔ بلکہ تنہا پڑھنے کو غنیمت سمجھ کر جلدی سے چار ٹکریں مار کر رخصت ہوجائے گا تو ایسے شخص کو منع کرنے سے کیا فائدہ۔ بلکہ جماعت کے ساتھ نماز کسی قدر سکون اور اطمینان کے ساتھ ادا کرے گا۔ اس مسئلہ میں بھی عملدرآمد ایسا رکھنا چاہیئے کہ ہر فریق دُوسرے فریق سے محبت سے پیش آئے۔ کیونکہ دونوں کے عمل کی ایک سند موجُود ہے۔ جہاں دُوسری جماعت نہ ہوتی ہو۔ وہاں تنہا پڑھ لے خواہ مخواہ جماعت نہ کرے۔ اور جہاں ہوتی ہو شریک ہوجائے اور مخالفت نہ کرے۔ یہ پانچ مسئلے عملی تھے اب دو علمی مسئلے باقی رہ گئے ہیں جن کی تفصیل آگے آتی ہے

لہ غافل اور بے پرواہ۔

Marfat.com

امکانِ نظیر و امکانِ کذب

ان دو مسئلوں کی اگر کوئی تفصیل کے ساتھ تحقیق کرنا چاہے تو "حقائق" کے عرفان کی تحقیق، کے بغیر نہیں کر سکتا۔ یوں تو یہ مسئلے بہت باریک ہیں۔ مگر فی الجملہ دو چیزوں کا اعتقاد رکھنا چاہیئے ایک "اِنَّ اللّٰہَ علیٰ کُلِّ شَیئٍ قَدِیر" (سورۃ النحل آیت نمبر ۷۷) یعنی اللہ ہر شئے پر قادر ہے۔ دوسرے "سُبحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُونَ (سورۃ المؤمنون آیت نمبر ۹۱) یعنی اللہ تعالیٰ تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے۔ جیسے اپنے قول کی مخالفت کرنا۔ یا کسی ایسی بات کی

لہ قرآن مجید میں آیا ہے "اِنَّ اللّٰہَ علیٰ کُلِّ شَیئٍ قَدِیر" بعض لوگوں نے اس پر کہا کہ اگر خدا ہر چیز پر قادر ہے تو کیا وہ رسولِ کریم علیہ السلام کی نظیر لانے پر (امکانِ نظیر) یا جھوٹ بولنے پر (امکانِ کذب) قادر ہے

خبر دینا جو حقیقت میں واقع نہ ہو۔ وغیرہ۔

اب یہ تحقیق کرنا ہم پر لازم نہیں ہے کہ کون سی چیز مفہوم "شے" جو سابقہ آیت "علیٰ کلِ شیئٍ" میں مذکور ہے۔) میں داخل ہے کہ اللہ تعالےٰ کو اِس پر قادر کہا جائے اور کون سی چیز عیب و نقص کی تعریف میں ہے کہ اُس سے اس کو پاک کہا جائے۔ خاص طور سے جب دلیلیں ایک دُوسرے سے مختلف ہوں۔ بلکہ عجب نہیں کہ ان کی نزاکت کی وجہ سے ایسے مسائل میں زیادہ گفتگو اور تفتیش کرنا منع ہو۔ تقدیر کے مسئلہ کو لیجئے کیونکہ اس میں بہت سی دشواریاں تھیں۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اس پر گفتگو کرنے سے کس قدر سخت ممانعت فرمائی۔ اس ممانعت کی وجہ یہی باریکی اور دشواری تھی۔ ان دو مسئلوں میں بھی جب کہ عقلی اور نقلی دلیلوں کے ظاہری اختلاف کی وجہ سے سخت دشواری ہے تو قیل و قال کرنے کی کیسے اجازت ہوگی

اس مضمون کا ایک خواب فقیر کے احباب میں سے کسی ایک نے دیکھا جس کو فقیر نے بہت پسند کیا (جو اوپر بیان ہوا) اس سے بہتر کوئی عملدرآمد نہیں اور اگر طبع آزمائی کے لیے گفتگو ضرور ہی کرنا ہے تو تنہائی میں کریں اور اگر تحریر کی حاجت ہو تو خط کافی ہے نہ کہ رسالے

Marfat.com

اور کتابیں۔ اور اگر اسی کا شوق ہے تو عربی میں ہونا چاہیئے تاکہ عوام
خراب نہ ہوں۔ عوام کے لیے خاموشی قطعی ضروری ہے ؛

Marfat.com

فیصلہ ہفت مسئلہ

از

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

ناشر

محکمہ اوقاف مغربی پاکستان لاہور

Marfat.com